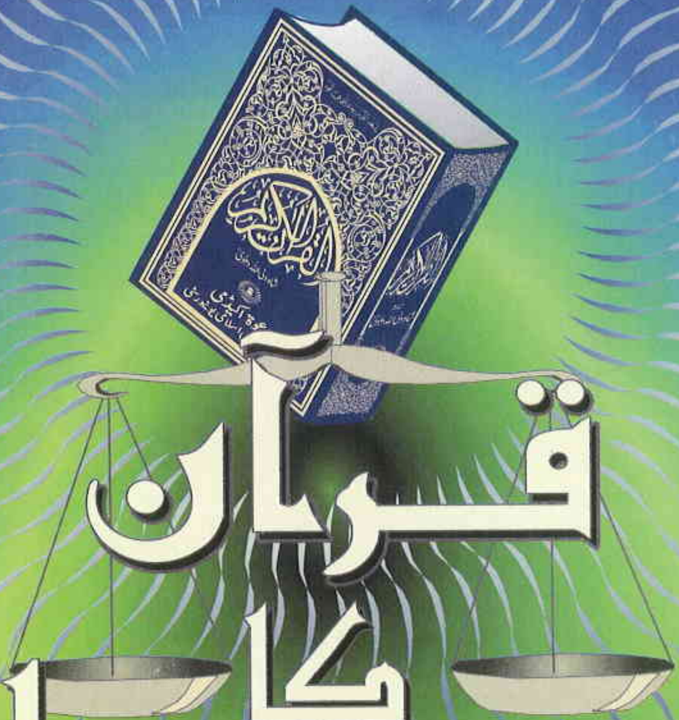

قرآن کا تصوّرِ عدل

ڈاکٹر خالد علوی

قرآن کا تصور عدل

ڈاکٹر خالد علوی

دعوۃ اکیڈمی

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی

پوسٹ بکس نمبر 1485 اسلام آباد

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب	:	قرآن کا تصور عدل
مصنف	:	ڈاکٹر خالد علوی
سرورق	:	سید مبین الرحمٰن
کمپوزنگ	:	رحمٰن گرافکس
طابع	:	ادارہ تحقیقات اسلامی پریس، اسلام آباد
سال اشاعت	:	۲۰۰۴ء
تعداد	:	۳۰۰۰
قیمت	:	-/24 روپے

ناشر

دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

فہرست مضامین

۱۔	پیش لفظ	4
۲۔	انفرادی عدل	12
۳۔	اجتماعی عدل	16
۴۔	معاشرتی عدل	17
۵۔	سیاسی عدل	21
۶۔	معاشی عدل	26
۷۔	قانونی عدل	31
۸۔	عادل افراد	32
۹۔	قیام عدل کا عمل	37

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

عدل وانصاف کا قیام رسالت کے مقاصد میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا یہی تھا کہ لوگوں کے درمیان میزان کی کیفیت قائم ہو اور انصاف کی جڑیں مضبوط ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں اس بات کی سختی کے ساتھ تاکید کی گئی ہے کہ عدل وانصاف کے معاملے میں دوست ودشمن کو نظر انداز کر کے صرف سچی اور حق بات کی جائے خواہ اس سے مالی وجانی نقصان کا اندیشہ ہی کیوں نہ ہو۔ انصاف میں تو نہ کسی کی جانب داری کی جائے اور نہ ہی رشتہ وتعلق کو سامنے رکھتے ہوئے بے جا حمایت' بلکہ ہر حالت اور ہر صورت میں عدل وانصاف کی بات کی جائے خواہ واسطہ مخالفین یا دشمنوں ہی سے کیوں نہ ہو۔ دشمن سے محض دشمنی کی بنا پر بے انصافی کرنا یا اس کے حقوق پامال کرنا اسلامی تعلیمات سے انحراف کے مترادف ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے دور عروج میں عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے بارہا شاہ وگدا کو بیک وقت انصاف کے کٹہرے میں لا کھڑا کیا گیا اور گدا کے مقابلے میں شاہ کو اس کی بے انصافی کی سزا دی گئی۔ مسلمانوں کے قیام عدل کے اس انداز کو اسلام کے بدترین دشمنوں نے بھی سراہا۔

انسانی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ جب بھی کسی انسانی معاشرے میں عدل کے قیام سے چشم پوشی کی گئی وہاں بگاڑ پیدا ہوا ہے جس کی وجہ سے نفرتوں نے جنم لیا اور خوفناک انسانی المیے رونما ہوئے۔ اس صورتحال سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں وضاحت کے ساتھ عدل کی اہمیت و ماہیت، اس کی اقسام، اس سے متعلقہ افراد کے خواص اور اس کے قیام کے لیے درکار سازگار ماحول کو تفصیلاً بیان فرمایا ہے۔

محترم ڈاکٹر خالد علوی نے زیر نظر کتابچے میں قرآن پاک کی روشنی میں عدل و انصاف کے درج بالا پہلوؤں کو نہایت جامع انداز میں مرتب کر کے ان کی اہمیت کو موثر انداز میں اجاگر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اجتماعی اور انفرادی زندگی میں عدل و انصاف قائم کرنے اور ظلم و زیادتی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حیران خٹک

ڈپٹی ڈائریکٹر (مطبوعات)

قرآن کا تصور عدل

عدل اصل میں مصدر ہے جو مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں عدل اور اس کے مشتقات کئی مقامات پر وارد ہوئے ہیں، مثلاً عدل کے معنی فدیہ کے ہیں جیسے:

وَّ لَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ (۱)

اور ان سے فدیہ میں کچھ نہ لیا جائے گا۔

وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا. (۲)

اگر وہ ہر چیز (جو روئے زمین پر ہے بطور) فدیہ دینا چاہے تو اس سے نہ لیا جائے گا۔

عدل کے معنی برابر و یکساں کے بھی آتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے:

اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ (۳)

یا اس کے برابر روزے رکھے تا کہ اپنے کام کی سزا (کا مزہ) چکھے۔

ابو عمر کے بقول عدل بالفتح کے معنی قیمت کے بھی ہیں، فدیہ کے بھی، مرد صالح کے بھی اور حق و انصاف کے بھی۔ (۴)

قرآن پاک میں یہ لفظ اور اس کے مشتقات چھبیس مرتبہ آئے ہیں اس سے اس کی اہمیت اور تصور کی وسعت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ عدل اپنے لغوی مفہوم کے اعتبار سے جس تنوع کا حامل ہے اس سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم اس کا جائزہ ایک اصطلاح کے طور پر لینا چاہتے ہیں جسے انفرادی اور اجتماعی زندگی میں خاص طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر ہم عدل کے استعمالات کا جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس کے تصور میں دو مستقل حقیقتیں پنہاں ہیں۔

ایک یہ کہ لوگوں کے درمیان حقوق میں توازن وتناسب قائم ہو اور دوسرے یہ کہ ہر ایک کو اس کا حق بے لاگ طریقہ سے دیا جائے۔ ہمارے ہاں ''انصاف'' کی جو اصطلاح استعمال ہوتی ہے وہ عدل کا مفہوم پوری طرح ادا نہیں کرتی کیونکہ اس کا مطلب نصف کی تقسیم ہے۔ عدل بعض حالات میں بلاشبہ مساوات کا متقاضی ہوتا ہے جیسے حقوق شہریت وغیرہ مگر بعض دوسری حیثیتوں میں مساوات عدل کے منافی معلوم ہوتی ہے جیسے والدین اور اولاد کے درمیان معاشرتی واخلاقی مساوات۔ عدل کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے متعین کردہ حقوق میں توازن قائم کیا جائے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کے اخلاقی، معاشرتی، معاشی، قانونی، سیاسی اور تمدنی حقوق ادا کیے جائیں۔

عدل اللہ کی ایک صفت ہے۔ اس کے اسماء حسنیٰ میں ایک اسم عدل بھی ہے۔ یعنی اس کی بات، اس کا فعل اور اس کا فیصلہ توازن وتناسب کے منافی نہیں ہوتا۔ وہ خود حق وعدل ہے اور اس کی ذات سے صادر ہونے والی ہر شے حق وعدل ہے۔

وَاللّٰهُ يَقْضِىْ بِالْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا

يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ إِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ. (۵)

اور اللہ سچائی کے ساتھ حکم فرماتا ہے اور جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کچھ بھی حکم نہیں کر سکتے۔ بے شک اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

یہ آیت اس بیان کا حصہ ہے جس میں عظمت الٰہی اور اس کے مطلق اختیارات کا ذکر ہے۔ قیامت کے دن انسانی اعمال کا جو فیصلہ ہونا ہے اس میں کوئی زیادتی اور...... حق تلفی نہیں ہوگی۔ اس سے پہلے کی آیات میں اللہ کا اعلان موجود ہے کہ کسی پر ظلم نہیں ہوگا۔ یہ اس کے فعل عدل کی مثال ہے۔

اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ إِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ. (٦)

آج کے دن ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا آج کسی پر ظلم نہیں ہوگا بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

انسان مصلحتوں کے پردے میں صحیح بات کہنے سے گریز کرتا ہے۔ حق کو چھپاتا ہے اور اس طرح عدم توازن اور عدم تناسب کا ارتکاب کر کے عدل کے منافی رویہ اختیار کرتا ہے لیکن قادر مطلق حق بات کہنے سے نہیں رکتا کہ یہی اس کی صفت عدل کا تقاضا ہے۔ عربوں کی رسم متبنیٰ کی نفی کرتے ہوئے فرمایا:

ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ ط وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ. (٧)

یہ سب تمہارے منہ کی باتیں ہیں اللہ تو حق بات کہتا ہے اور وہی

سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

رب کائنات نے اپنے رویہ عدل کو نہایت واضح طور پر سورۃ الانعام میں بیان فرمایا۔ اسلوب بیان سے عدل کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ فرمایا:

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ط لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ج وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ. (۸)

اور آپ کے پروردگار کی باتیں سچائی اور عدل میں پوری ہیں اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہ سب سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اللہ کی صفت عدل کا تکوینی اظہار پوری کائنات میں عیاں ہے۔ کائنات کا نظم، اس کی ترکیب، اس کے اجزاء اور اس کی حرکت وسکون سب مظاہر عدل ہیں۔ کہیں خرابی و بدنظمی کا شائبہ تک نہیں۔ ارشاد باری ہے:

مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ط فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ○ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ. (۹)

(دیکھنے والے) کیا تو خدائے رحمٰن کی آفرینش میں نقص دیکھتا ہے؟ ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھ۔ بھلا تجھے شگاف نظر آیا۔ پھر دوبارہ نظر کر تیری نظر (ہر بار) تیرے پاس ناکام اور نامراد تھک کر لوٹ آئے گی۔

پھر فرمایا:

الْمَصِيرُ. (۱۲)

آپ کہہ دیں کہ جو کتاب اللہ نے نازل کی ہے میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ تمہارے درمیان عدل کروں۔ اللہ ہی ہمارا اور تمہارا پروردگار ہے۔ ہم کو ہمارے اعمال کا بدلہ ملے گا اور تم کو تمہارے اعمال کا۔ ہم اور تم میں کوئی بحث و تکرار نہیں' اللہ ہم سب کو اکٹھا کرے گا اور اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اس آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عادلانہ مزاج اور رویے کو منشاء الٰہی کے طور پر پیش کیا گیا اور تاریخ گواہ ہے کہ آپؐ کی حیات طیبہ کا ایک ایک لمحہ عدل کی عملی تفسیر تھا۔ آپ نے اہل کتاب' مشرکین' مخالفین' منافقین' اصدقا اور اقرباء حتیٰ کہ اپنی ذات تک کے معاملہ میں کہیں بھی عادلانہ روش سے انحراف نہیں کیا۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غنائم تقسیم کر رہے تھے کہ عبداللہ ابن ذی الخویصرہ نے آپؐ سے کہا:

"اعدل یا رسول اللہ"

یارسول اللہ آپؐ عدل کریں۔

آپ نے جواب میں جو کچھ فرمایا وہ آئندہ نسلوں کے لیے نصیحت و عبرت کا سامان ہے۔ فرمایا:

"و یلک من یعدل اذالم اعدل" (۱۳)

تم ہلاک ہو' اگر میں عدل نہ کروں گا تو کون کرے گا۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ
قَآئِمًام بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ. (۱۰)
اور اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں، اور
فرشتوں نے اور اہل علم نے بھی۔ وہی اللہ عدل سے قائم ہے،
اس غالب حکمت والے کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔

رب کریم کا عدل تکوینی طور پر اس کائنات میں جاری و ساری ہے اور اس نے با اختیار انسان کو عدل کا رویہ اختیار کرنے کے لیے اپنے خاص بندوں کو عدل کا پابند کیا۔

حضرت داؤد کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:
يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ
النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ. (۱۱)
اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے لہذا تم حق کے
ساتھ لوگوں کے درمیان فیصلے کرو اور خواہش نفس کی پیروی نہ کرو
کہ وہ تمہیں اللہ کے رستے سے بھٹکا لے جائے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عدل کرنے کے اعلان کا حکم ہوا۔
وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ج وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ
بَيْنَكُمُ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ. لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ط
لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ط اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ج وَاِلَيْهِ

منشاء الٰہی کی تشریعی تنفیذ کے لیے صاحب ارادہ و اختیار انسانوں کو حکم ہوا کہ عدل و احسان کا رویہ اختیار کریں۔

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ. (۱۴)

اللہ تعالیٰ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے۔

عدل ایک تصور ہے' ایک عمل ہے یہ زندگی کا ایک طریق ہے۔ زندگی چونکہ اپنی وسعت کے باعث کئی پہلو رکھتی ہے اس لیے عدل بھی متنوع مظاہر کا حامل ہے اور اسے مختلف تعبیروں سے بیان کیا جاتا ہے مثلاً انفرادی' اجتماعی اور پھر اجتماعی عدل میں معاشرتی' سیاسی' معاشی اور قانونی عدل۔ قرآن نے ان تمام مفاہیم کا احاطہ کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اسوہ کے ذریعہ سے اس کی بے نظیر وضاحتیں کی ہیں۔

انفرادی عدل

انسان اپنے انفرادی رویوں اور مزاج کے لحاظ سے افراط و تفریط اور ظلم و زیادتی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ وہ حب مال اور حب ذات کے باعث متوازن طرز عمل سے ہٹ جاتا ہے۔ اور اس کا یہی انفرادی رویہ بڑے بڑے اجتماعی خطرات کا باعث بھی ہوسکتا ہے۔ قرآن نے اس کے مزاج کو معتدل رکھنے کے لیے خصوصی ہدایات فرمائی ہیں۔

قرآن پاک کی اصطلاح ''القسط'' (۱۵) انہی معنوں میں استعمال ہوتی

ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ط

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا

هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ز وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ م بِمَا

تَعْمَلُوْنَ.(١٦)

اے ایمان والو اللہ کے لیے انصاف کی گواہی دینے کی خاطر کھڑے ہو جایا کرو اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو۔ انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیزگاری کی بات ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو بلاشک اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ.(١٧)

کہہ دو کہ میرے پروردگار نے انصاف کرنے کا حکم دیا ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى

النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا.(١٨)

اور اسی طرح ہم نے تم کو امت معتدل بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور پھر نبی (آخرالزمان) تم پر گواہ بنیں۔

حب مال کے مفاسد سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ

لِلْعُسْرٰى.(١٩)

اور جس نے بخل کیا' بے پرواہ رہا اور نیک بات کو جھٹلایا ہم اسے سختی میں پہنچائیں گے۔

الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ط وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا. (۲۰)

جو خود بھی بخل کریں اور لوگوں کو بھی بخل سکھائیں اور جو مال اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے اسے چھپا چھپا کے رکھیں اور ہم نے ناشکروں کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا. (۲۱)

اور مال کو بہت عزیز رکھتے ہو۔

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَۃِ مِنَ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَۃِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِکَ مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا. وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ .(۲۲)

لوگوں کو ان کی خواہشوں کی چیزیں یعنی عورتیں اور بیٹے اور سونے چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر اور نشان لگے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی بڑی دلکش معلوم ہوتی ہے مگر یہ سب دنیا کی زندگی کے سامان ہیں اور اللہ کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔

وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِ ○ نِ الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَہٗ○

يَحۡسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخۡلَدَهٗ. (۲۳)

طعن آمیز اشارے کرنے والے چغل خور کی خرابی ہے جو مال جمع کرتا اور گن گن کر رکھتا ہے۔ اور خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اس کی ہمیشہ کی زندگی کا موجب ہوگا۔

حب ذات کی حقیقت اور اس کے مفاسد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَلَا تَمۡشِ فِی الۡاَرۡضِ مَرَحًا ج اِنَّکَ لَنۡ تَخۡرِقَ الۡاَرۡضَ وَلَنۡ تَبۡلُغَ الۡجِبَالَ طُوۡلًا. (۲۴)

اور زمین پر اکڑ کر مت چلو کہ تم زمین پھاڑ تو نہیں ڈالو گے اور نہ لمبے ہو کر پہاڑوں کی چوٹی تک پہنچ جاؤ گے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنۡ کَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرًا. (۲۵)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے، بڑائی مارنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

لَا تَمۡشِ فِی الۡاَرۡضِ مَرَحًا. اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخۡتَالٍ فَخُوۡرٍ. (۲۶)

اور زمین پر اکڑ کر نہ چلنا کہ اللہ کسی اترانے والے خود پسند کو پسند نہیں کرتا۔

حب مال اور حب ذات فرد کی زندگی میں اعتدال و توازن کے بجائے فساد و بگاڑ پیدا کرتے ہیں اور انسان عدل کے بجائے ظلم کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ اعتدال و توازن انسان کی انفرادی زندگی میں اجتماعی فلاح و بہبود کی راہ ہموار کرتا ہے اس لیے

عدل کی صفت کو فرد کی تربیت میں بنیادی اہمیت ہے۔ مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ.(۲۷)

اور ہماری مخلوق میں سے ایک وہ لوگ ہیں جو حق کا راستہ بتاتے ہیں اور اس کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓی اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ.(۲۸)

اور قوم موسیٰ میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو حق کا راستہ بتاتے اور اس کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔

اجتماعی عدل

عدل فرد کی زندگی میں اتنا ہی اہم ہے جتنا کہ معاشرے کے اجتماعی وجود کے لیے۔ اسلام کے اجتماعی نظام میں عدل کی وہی اہمیت ہے جو کسی عمارت میں اساس کی ہوتی ہے۔ مستحکم اجتماعی عدل کے تحت معاشرتی' سیاسی' معاشی اور قانونی عدل کے پہلو آتے ہیں۔ قرآن نے ان میں سے ہر ایک کے بارے مین ایک نقطہ نظر دیا ہے جسے اپنانے سے صحت مند معاشرتی ماحول قائم کیا جاسکتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان نکات کی قولی وعملی تشریح منقول ہے۔ جسے کتب حدیث میں دیکھا جاسکتا ہے۔

اجتماعی عدل اسلامی نقطہ نظر سے ایک ہمہ گیر اور جامع انسانی عدل ہے۔ زندگی کے تمام مظاہر اور ہر طرح کی سرگرمیاں اس کے دائرے میں داخل ہیں وہ فکر و عمل اور ضمیر و وجدان سب پر چھایا ہوا ہے اس کا انحصار معاشی قدروں پر ہے یہ اپنے وسیع تر مفہوم کے اعتبار سے صرف مادی قدروں تک محدود نہیں بلکہ مادی' معنوی اور روحانی تمام طرح کی اقدار کے ایک خوشگوار امتزاج کا نام ہے۔(۲۹)

معاشرتی عدل

اجتماعی زندگی میں ناانصافی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب افراد میں معاشرتی امتیازات ظاہر ہوتے ہیں اور غلام و آقا' عام و خاص' کمتر و برتر اور ظالم و مظلوم کے طبقات پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہی طبقاتی تقسیم بالآخر اس معاشرے کی تباہی کا باعث بنتی ہے۔ قرآن پاک نے معاشرتی مساوات کا تصور دے کر ظلم کی جڑ کاٹ دی اور انسان کے خود ساختہ معیاری برتری اور غلط پندار کی نفی کر کے عادلانہ روش کی راہ ہموار کی۔ ارشاد خداوندی ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُم مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ
وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً.
وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ.(۳۰)

لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار سے پیدا
کیا اور اسی جاندار سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے

بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے سوال کیا کرتے ہو اور قرابت سے بھی ڈرو۔

رنگ و نسل کا امتیاز بھی بسا اوقات ظلم کا باعث بنتا رہا ہے اس کی حقیقت بھی واضح کی۔ فرمایا:

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا. اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ. (۳۱)

اے انسانو! ہم نے تم کو ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہاری مختلف قومیں اور خاندان بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرسکو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔

حضور اکرمؐ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

يا معشر قريش ان الله قد اذهب عنكم نخوة الجاهلية و تعظمها بالآباء. ايها الناس كلكم من آدم و آدم من تراب. لا فخر للانساب. لا فضل لعربى على عجمى ولا لعجمى على عربى ان اكرمكم عندالله اتقاكم. (۳۲)

اے گروہ قریش۔ اللہ نے تمہاری جاہلیت کی نخوت اور باپ دادا

کی بزرگی کے فخر کو تم سے دور کر دیا۔ اے لوگو! تم سب آدم سے
ہو اور آدم مٹی سے تھے۔ نسب کے لیے کوئی فخر نہیں ہے۔ عربی کو
عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں تم میں سب سے زیادہ
معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔

اسلام نے اونچ نیچ کے سارے امتیازات یک قلم مٹا دیئے اور تاریخ انسانی میں پہلی مرتبہ مساوات انسان کا اتنا عظیم تصور عملی صورت میں ظاہر ہوا۔ معاشرتی مساوات کے اس تصور پر اتنا زور اس لیے دیا گیا کہ اس کی غیر موجودگی سے ہی ظلم کی راہ کھلتی ہے۔ مساوات کا یہی تصور ہے جس نے امیر و فقیر یا غلام و آقا کے درمیان کوئی امتیاز نہیں رہنے دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من قتل عبده قتلناه و من جدع عبده جدعناه و من
اخصی عبده اخصيناه. (۳۳)

جو اپنے غلام کو قتل کرے گا اسے ہم قتل کریں گے جو اس کی ناک
تراشے گا اس کی ناک تراش لی جائے گی اور جو اسے خصی کرے گا
ہم اسے خصی کریں گے۔

معاشرتی ظلم کی ایک نوعیت عورت کے حقوق کی نفی تھی، جسے قرآن نے ختم کیا اور دنیا کو احساس دلایا کہ اس کی حیثیت مجبور و بے بس غلام کی نہیں بلکہ تمہارے جیسے انسان کی ہے۔ اس نے انسان کو حقوق و فرائض کی مساوات کا احساس دلایا۔ فرمایا:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ
دَرَجَةٌ. (۳۴)

عورتوں کے لیے معروف طریقہ پر وہی حقوق ہیں جیسے کہ مردوں کے حقوق ان کے اوپر ہیں البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے۔(۳۵)

مرد و عورت کے روابط میں شکست و استحکام کی صورتوں میں عادلانہ رویہ کی طرف خصوصی توجہ دلائی گئی۔ اگر کسی وجہ سے عدل کا رویہ قائم نہ رہ سکتا ہو تو ایسے کام ہی سے رک جانا چاہیے۔ مثلاً قرآن نے ایک سے زائد نکاح کی اجازت دی لیکن اسے عدل کی روش سے مشروط کیا۔ فرمایا:

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ. فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ. ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَلَّا تَعُوْلُوْا .(٣٦)

اور اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو جو عورتیں تم کو پسند ہوں' دو دو' تین تین یا چار چار' ان سے نکاح کر لو اور اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ سب سے یکساں سلوک نہ کر سکو گے تو ایک عورت ہی (کافی ہے) یا باندی جس کے تم مالک ہو۔ اس سے تم بے انصافی سے بچ جاؤ گے۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا آیت کے آغاز' درمیان اور اختتام پر عادلانہ روش کا تذکرہ کس خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ یوں کہیے کہ پورے طرزِ عمل کو عدل کے

ساتھ مقید کر دیا گیا ہے۔

عورتوں کے حقوق کی طرح یتیموں کے سلسلے میں بھی عدل کی بات کی گئی اور باہمی معاملات میں عدل کو کیسی اہمیت دی گئی اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ لین دین کے معاملات حتیٰ کہ کسی کے بارے رائے دینے تک میں عدل کا ذکر کیا گیا ہے۔ فرمایا:

وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌم بِالْعَدْلِ. (۳۷)

اور تمہارے باہمی معاملے کو کوئی لکھنے والا انصاف کے ساتھ لکھ دے۔

اسی طرح اسلام نے معاشرتی عدل کو قائم رکھنے کے لیے ان تمام رکاوٹوں کو دور کیا جو ظلم کا ذریعہ بن سکتی تھیں۔

سیاسی عدل

انسان انفرادی اور اجتماعی طور پر سب سے زیادہ ظلم کا شکار اس وقت ہوتا ہے جب معاشرے کا سیاسی انتظام غیر عادل ہاتھوں میں ہو کیونکہ ظالم سیاسی نظام افرادِ معاشرہ سے نہ صرف ان کے حقوق چھینتا ہے بلکہ ان کے امن وسکون کو بھی برباد کر دیتا ہے۔ قرآن نے قوت اور عدل کو ساتھ ساتھ بیان کیا ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ط وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ

بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ. (۳۸)

اور ہم نے اپنے رسولوں کو واضح ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان اتاری تا کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں اور ہم نے لوہا اتارا جس میں زبردست طاقت ہے اور لوگوں کے لیے فائدے ہیں۔

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. (۳۹)

اے داوَد ہم نے تمہیں زمین پر خلیفہ مقرر کیا ہے۔ پس تم لوگوں میں حق اور صداقت سے حکومت کرو اور خواہش کے پیچھے نہ لگ جانا' ورنہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دے گا۔

سیاسی عدل کے ضمن میں وہ مرحلہ بڑا مشکل ہوتا ہے جب دو مسلم گروہ باہم آمادہ پیکار ہوں۔ ایسے میں اس بات کا امکان ہے کہ سیاسی قوت کسی ایک فریق کی طرف جھکاؤ کا اظہار کرے۔ قرآن پاک نے اس کے لیے عدل کو معیار بنایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذِا بْتَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ط قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ. (۴۰)

اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان

صلح کرا دو۔ پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی
کرے تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے' یہاں تک کہ وہ
اللہ کے حکم کی طرف رجوع کر لے۔ پھر اگر رجوع کر لے تو ان
دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ اصلاح کر دو اور انصاف کا
خیال رکھو۔ بے شک اللہ تعالیٰ انصاف والوں کو پسند کرتا ہے۔

سیاسی عدل کے مفہوم میں انتظامی و تنظیمی ظلم و بگاڑ کو دور کر کے ایسی فضا قائم کرنا ہے کہ کوئی شہری محرومی کا شکار نہ ہو اور ہر ایک کو اپنے حقوق محفوظ نظر آئیں۔ جان و مال' عزت و آبرو اور حریت و اختیار ہر قسم کی مداخلت سے محفوظ رہیں۔ اسلام نے حقوق و فرائض میں جو عادلانہ نظام قائم کیا ہے وہ اپنی انفرادیت و افادیت کے باعث آج بھی اسی طرح پرکشش ہے جیسے چودہ سو برس پہلے تھا۔

سیاسی عدل اس اعتبار سے بہت اہم ہے کہ اس کی غیر موجودگی میں معاشرے کا اجتماعی وجود خطرے میں پڑ جاتا ہے اور معاشرے کی حیثیت ایک جنگل کی سی ہو جاتی ہے جس میں ظلم سے وہی بچ سکتا ہے جو خود ظالم اور خونخوار ہو۔ سیاسی عدل ہی معاشرے کو متوازن اور مامون زندگی کی ضمانت دے سکتا ہے۔ قرآن و سنت میں امراء و حکام کی صفات' ذمہ داریوں اور طرز عمل کے بارے میں جو تفصیلات آئی ہیں ان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ظلم کو ختم کرنے اور عدل کو قائم کرنے کی کتنی فضیلت ہے۔ ان تفصیلات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نازک ذمہ داری کا احساس کس طرح دلایا ہے۔ مندرجہ ذیل نصوص بطور شواہد پیش کی جا سکتی ہیں۔

وَاِذِا بْتَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ رَبُّهٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ط قَالَ اِنِّیْ
جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا.قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ
عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ (۴۱)

اور یاد کرو جب ابراھیم کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ ان میں پورا اترا تو رب نے فرمایا میں تجھے لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ ابراہیم نے کہا کیا میری اولاد میں سے بھی؟ فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَالْمُفْسِدِیْنَ
فِی الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ کَالْفُجَّارِ.(۴۲)

کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک اعمال کیے ہیں۔ ان لوگوں کی طرح کر دیں جو زمین میں فساد کرتے ہیں' کیا ہم پرہیز گاروں کو فاجروں کی طرح کر دیں۔

وَ شَدَدْنَا مُلْکَهٗ وَاٰتَیْنٰهُ الْحِکْمَةَ وَفَصْلَ
الْخِطَابِ.(۴۳)

اور داوٗدؑ کی بادشاہی کو ہم نے مضبوط کیا اور اسے حکمت اور فیصلہ کن بات کہنے کی صلاحیت دی۔

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ج اِنِّیْ حَفِیْظٌ
عَلِیْمٌ.(۴۴)

یوسفؑ نے کہا کہ مجھے زمین کے خزانوں پر مامور کر دیئے بے

شک میں حفاظت کرنے والا اور باخبر ہوں۔

ان نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ سیاسی انتظام کے لیے کیسے افراد مطلوب ہیں اور انہیں کیا کرنا چاہیے؟ رسول اللہؐ نے امراء کو امانت اور جوابدہی کے تصور سے سرشار کیا۔ اس ضمن میں امام بخاری اور مسلم نے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

مامن وال يلى رعية من المسلمين فيموت و هو غاش لهم الا حرم الله عليه الجنة. (۴۵)

کوئی حکمران جو مسلمانوں میں سے کسی رعیت کے معاملات کا سربراہ ہو، اگر اس حالت میں مرے کہ وہ ان کے ساتھ دھوکہ اور خیانت کرنے والا تھا، تو اللہ اس پر جنت حرام کر دے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذرؓ کو اس انتظام کی اہمیت و نزاکت کا احساس دلایا۔ آپؐ کے الفاظ سے اس کی شدت کا پتہ چلتا ہے۔

يا ابا ذر انك ضعيف و انها امانة و انها يوم القيامة خزى و ندامة الا من اخذ بحقها وادى الذى عليه فيها. (۴۶)

اے ابوذر! تم کمزور آدمی ہو اور حکومت کا منصب ایک امانت ہے۔ قیامت کے روز وہ رسوائی اور ندامت کا موجب ہوگا۔ سوائے اس شخص کے جس نے اس کے حق کا پورا پورا لحاظ رکھا اور جو ذمہ داری اس پر عائد تھی اسے ٹھیک ٹھیک ادا کیا۔

من اخون الخيانة تجارة الوالى فى رعيته. (۴۷)

کسی حاکم کا اپنی رعیت میں تجارت کرنا بدترین خیانت ہے۔

رسالت محمدیؐ کے فیض یافتہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حکمران کی بے انصافی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

من یظلم المومنین فانما یخفر الله. (۴۸)

اور جو مسلمانوں پر ظلم کرے' وہ خدا سے غداری کرتا ہے۔

مسلمان حکمرانوں نے امانت اور جوابدہی کے اسی تصور کے زیر اثر سیاسی عدل کی ایسی تابناک مثالیں پیش کی ہیں جنہیں تاریخ کی زینت قرار دیا جاتا ہے۔

معاشی عدل

حیات انسانی میں توازن وہم آہنگی کا جو تصور اسلام نے دیا ہے اسے برقرار رکھنے میں معاشی عدل کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ معاشی زندگی میں ظلم واستحصال' زراندوزی اور اسراف وتبذیر سے ہوتا ہے جبکہ اسلام انفاق فی سبیل اللہ' حق معیشت کی مساوات اور ایثار کے اصولوں سے معاشی عدل کی راہ ہموار کرتا ہے دورِ حاضر معاشی فلسفوں اور اقتصادی انقلابات کی زد میں ہے۔ باہمی کشمکش اور تصادم نے معاشی ظلم کے ہولناک مناظر پیش کیے ہیں۔ سرمایہ داری اور اشتراکیت کے خودغرضانہ اور ظالمانہ نظاموں سے نجات کی صورت اسلام کا نظام عدل ہے۔ ناجائز ذرائع اختیار کرنے اور لوگوں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر دولت سمیٹنے کے ظالمانہ طریق سے روکتے ہوئے اللہ نے مسلمانوں کو حکم دیا۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ.(۴۹)

اور آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ اور نہ ان کو حکام کے سامنے پیش کرو کہ لوگوں کے مال جانتے بوجھتے گناہ کے ساتھ کھا جاؤ۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا. وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا.(۵۰)

جو لوگ یتیموں کے اموال ظلم کے ساتھ کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب وہ جہنم کی آگ میں جلیں گے۔

اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا.(۵۱)

اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ○ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ○وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ.(۵۲)

تباہی ہے ان کم تولنے والوں کے لیے جو دوسروں سے لیتے وقت تو پورا پیمانہ بھر کے لیتے ہیں اور دوسروں کو ناپ تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔

بیجا خرچ اور بخل دونوں انسان کی نیت اور عقیدہ کی کمزوری کے مظاہر ہیں

لہذا ان کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا. اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ. (۵۳)

کھاؤ اور پیو مگر حد سے نہ بڑھو اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا. (۵۴)

فضول خرچی نہ کرو فضول خرچ شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙ الَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِى الْحُطَمَةِ. (۵۵)

بڑی خرابی ہے ہر اس شخص کے لیے جو عیب چین اور بدگو ہے جس نے مال جمع کیا اور گن گن کر رکھا۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس ہمیشہ رہے گا، ہرگز نہیں وہ ضرور پھینکا جائے گا۔ توڑ دینے والی آگ میں۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ. (۵٦)

اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی

راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک سزا کی خبر دے دو۔

اسلام نے حق معیشت کی مساوات اور ایثار و انفاق کے ذریعے سے معاشرے سے معاشی ناہمواریوں کو دور کیا تاکہ کوئی شخص محروم المعیشت نہ رہے۔ اسلام کے عادلانہ نظام میں لوگوں کا انفرادی معاشی استحکام اساسی اہمیت کا حامل ہے۔ارشاد باری ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا.(۵۷)

اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق اللہ کے ذمے ہے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ص وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ط وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ.(۵۸)

اے ایمان والو! اللہ کی راہ میں خرچ کرو ان عمدہ چیزوں میں سے جو تم نے کمائی ہیں اور جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالی ہیں۔ ردی چیزیں الگ کر کے اللہ کی راہ میں نہ دو حالانکہ اگر وہ تمہیں دی جائیں تو تم ہرگز انہیں نہ لو! الاّ یہ کہ اغماض برت جاؤ۔ خوب جان لو کہ اللہ بے نیاز ہے اور بہترین صفات رکھتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ○ لِلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ.(۵۹)

یہ وہ لوگ ہیں جن کے مال و دولت میں حق ہے' سوالی اور محروم کے لیے۔

وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ.(٦٠)

اوران کو اپنی جان سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو۔

علامہ اقبالؒ نے اسلام کے معاشی عدل کو شعر کے پیرایہ میں اس طرح بیان کیا ہے:

تانہ باشد در جہان محتاج کس
نکتۂ شرع مبین ایں است و بس

باہمی احترام' احساس ذمہ داری اور خدمت کے نتیجے میں اجتماعی تکافل کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔

من كان معه فضل ظهر فليعد به على من لا ظهر له و من كان عنده فضل زاد فليعد به من لا زادله.(٦١)

جس کے پاس زائد سواری ہو وہ اسے اس کے حوالے کر دے جس کے پاس کوئی سواری نہ ہو اور جس کے پاس زادراہ زائد ہو تو جس کے پاس زادراہ نہ ہو وہ اسے دے دے۔

قانونی عدل

اجتماعی زندگی میں جب حقوق وفرائض میں عدم توازن پیدا ہوتا ہے' حقوق پامال ہوتے ہیں یا فرد اور اجتماع کے وجود کو خطرات لاحق ہوتے ہیں تو ضوابط وقوانین ہی تحفظ کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ انسان نے اپنی اجتماعی زندگی کے آغاز ہی سے قوانین وضوابط کی تشکیل وتنفیذ کا عمل شروع کر دیا تھا۔ فساد و بگاڑ کو امن واستحکام میں بدلنے کے لیے قوانین کا عادلانہ استعمال مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ قانون سازی اور تنفیذ قانون ایک طویل عمل ہے جو حیات انسانی کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ انسان نے اپنے لیے اپنی عقل' تجربے' مشاہدے اور باہمی مشاورت سے قوانین بنائے اور خالق انسان نے بھی اپنی حکمت بالغہ کے تحت اسے اصول وضوابط عطا فرمائے انسان کے پاس قوانین کی اصولی اور تشریحی تفاصیل کا ایک ذخیرہ موجود ہے لیکن اس کے باوجود انسانی معاشرے ظلم وناانصافی کا شکار اور عدل کی برکات سے محروم ہیں۔ اس کا ایک سبب تو عادلانہ قوانین کے شعور کا فقدان ہے اور دوسری وجہ ان قوانین کے درست نفاذ میں کوتاہی ہے۔ قرآن نے حکمت الٰہی سے وہ اصول دیئے ہیں جن کے ادراک اور تعمیل سے ظلم کی نفی ہوتی ہے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی نفاذ کا نمونہ بھی عطا کیا ہے تا کہ اس کی پیروی سے ہر دور میں قیام عدل کا عمل جاری رکھا جا سکے۔ تمام انسان بالعموم اور مسلمان بالخصوص کم شعوری اور کوتاہی کے باعث ظلم کے اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں۔ قرآنی نقطہ سے قیام عدل انبیاء کی بعثت کا مقصد رہا ہے۔ قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیات سے اس کی تصدیق ہوتی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ.(٦٢)

اللہ تعالیٰ تم کو عدل کے طرزِ عمل کا حکم دیتا ہے۔

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ.(٦٣)

اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔

اسلامی نقطہ نظر سے چونکہ ظلم معاشرے کی بنیادیں ہلا دیتا ہے اس لیے اس کی ہر قسم کو ختم کرنا ضروری ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کو ظلم کرنے سے روکا۔ اور فرمایا:

ان الظلم ظلمات يوم القيامة.(٦٤)

ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی مثل ہوگا۔

ضابطے اور قانون کے نفاذ کے سلسلے میں اسلام نے کسی کوتاہی اور کمزوری کے بغیر اقدام کیا ہے۔ ہم قیامِ عدل کے ضمن میں صرف دو اصولوں کے بیان پر اکتفا کریں گے جو نظامِ عدل اور قیامِ عدل کی روح اور اساس ہیں۔

۱۔ عدل قائم کرنے والے افراد

۲۔ قیامِ عدل کا عمل

عادل افراد

قرآن کی رو سے منصبی ذمہ داری کے لیے اوّلین بات افراد کی اہلیت ہے۔ اگر قیامِ عدل کی ذمہ داری نااہل افراد کے سپرد ہوگی تو اس کے نتائج ظلم کی صورت میں ظاہر ہوں گے۔ وہ لوگ جنہیں قانون، مقاصدِ قانون، جرائم کے اسباب و نتائج، سزا کی

نوعیت وحکمت اور معاشرے کے اجتماعی اخلاقی مفاد کا کامل شعور نہیں اور صرف معاشرتی مرتبے اور تنخواہ کی کشش نے انہیں کرسی عدالت پر بٹھا دیا ہے وہ بقول ڈاکٹر برہان احمد فاروقی عدل کی قربان گاہ ہی تیار کریں گے۔قرآن نے اس اہم نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا
وَاِذَاحَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ.(٦٥)

اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے حوالے کرو اور جب
لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔

اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہدہ طلب کرنے والوں کو ناپسند(٦٦) فرمایا ہے کیونکہ اس امر کا امکان ہے کہ عہدہ طلبی کے پیچھے خواہش نفس کا کوئی ظالمانہ پہلو چھپا ہو۔

دوسری اہم بات غیر جانبداری اور بے لوثی ہے کیونکہ ذاتی خواہش، گروہی مفاد اور خارجی دباؤ عادلانہ فیصلوں کی راہ میں رکاوٹ کا باعث بن سکتے ہیں اور بنتے رہے ہیں۔قرآن وسنت میں اس پہلو کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ سورۃ النساء کی درج ذیل آیت قیام عدل کے سلسلے میں حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُھَدَآءَ لِلّٰہِ
وَلَوْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ اَوِالْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ. اِنْ یَّکُنْ
غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰہُ اَوْلٰی بِھِمَا. فَلَا تَتَّبِعُوا الْھَوٰٓی اَنْ

تَعۡدِلُوۡا. وَاِنۡ تَلۡوٗۤا اَوۡ تُعۡرِضُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرًا.(٦٧)

اے ایمان والو! انصاف کی حمایت میں کھڑے ہو جاؤ اور اللہ کے لیے گواہ بنو اگر چہ تمہارا اپنا اس میں نقصان ہو یا ماں باپ کا' یا رشتہ داروں کا۔ اگر چہ دولت مند ہوں یا محتاج کیونکہ اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے' تو تم انصاف کرنے میں اپنے نفس کی خواہش کی پیروی نہ کرو اگر تم زبان ملو گے یا کچھ بچا جاؤ گے تو اللہ تو تمہارے کام سے واقف ہی ہے۔

اس کی بہترین وضاحت ہمیں اسوہ رسولؐ میں ملتی ہے۔ قریش کے معزز قبیلہ کی ایک خاتون چوری کرتی ہے' حد نافذ کرنے سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کی جاتی ہے جس کے جواب میں آپؐ ارشاد فرماتے ہیں:

انما هلك من كان قبلكم انهم كانوا يقيمون الحد على الوضيع و يتركون الشريف والذى نفسى بيده لو ان فاطمة (بنت محمد) فعلت ذلك لقطعت يدها.(٦٨)

تم سے پہلے جو امتیں گذری ہیں وہ اسی لیے تو تباہ ہوئیں کہ وہ لوگ کم تر درجے کے مجرموں کو قانون کے مطابق سزا دیتے تھے اور برتر درجے والوں کو چھوڑ دیتے تھے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر فاطمہ (بنت محمدؐ) بھی

چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹنے سے بھی ہرگز دریغ نہ کرتا۔

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں:

رایت رسول اللهؐ یقید من نفسه.(۶۹)

میں نے رسول اللہ کو خود اپنی ذات سے بدلہ لیتے بھی دیکھا۔

اس درجہ کی بے غرضی و غیر جانبداری سے قیام عدل کا عمل بے حد موثر ہو جاتا ہے اور مجرموں کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ عہد رسالت اور خلفائے راشدین کا دور اس حقیقت پر شاہد عادل ہے۔

تیسری اہم بات جوابدہی کا تصور ہے۔ اصحاب عدل اپنے فیصلوں میں غلطی کر سکتے ہیں۔(۷۰) اور اس کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ یہ اصلاح اسی وقت ممکن ہے جب وہ اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسولؐ کے سامنے جوابدہ سمجھیں یعنی اگر ان پر تعبیر کی غلطی واضح ہو جائے تو اعتراف اور رجوع کی گنجائش موجود ہو۔ توہین عدالت کا تصور غیر اسلامی ہے کیونکہ یہ انسان کو معصوم اور مافوق البشر ثابت کرنے کا ذریعہ ہے۔ اسلام اسے تسلیم نہیں کرتا۔ اسلامی نقطہ نظر سے صاحب اختیار اپنے ہر فیصلے کے لیے اپنے خالق کے سامنے جوابدہ ہے اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کے لیے امت مسلمہ کے سامنے۔ رسول اللہ کا ارشاد ہے:

مامن امیر یلی امر المسلمین ثم لا یجهد لهم و لا ینصح الالم یدخل معهم فی الجنة.(۷۱)

کوئی حاکم جو مسلمانوں کی حکومت کا کوئی منصب سنبھالے پھر اس کی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لیے جان نہ لڑائے اور خلوص

کے ساتھ کام نہ کرے وہ مسلمانوں کے ساتھ جنت میں قطعاً نہ داخل ہوگا۔

جوابدہی کا قرآنی تصور فیصلہ کرنے والے کو ہر لمحہ چوکس رکھتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا. (۴۷)

اور نامہ اعمال رکھ دیا جائے گا تو آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ اس میں جو کچھ ہے اس سے ڈرتے ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ ہائے ہماری کم بختی۔ اس نامہ اعمال کی عجیب حالت ہے کہ بے قلم بند کیے ہوئے، نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا نہ بڑا اور جو کچھ انہوں نے کیا وہ سب موجود پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

یہ مقام صرف اللہ اور اس کے رسولؐ کو حاصل ہے کہ ان کے فیصلوں سے سرتابی نہ کی جائے کیونکہ یہاں مجال اختلاف سے ایمان کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے قرآن پاک میں ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ. وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ

وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا. (۷۳)

اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا فیصلہ کر دیں تو اپنے اس معاملے میں ان کے لیے کوئی اختیار باقی رہ جائے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔

قیام عدل کا عمل

عدل کے لیے جہاں اہل افراد درکار ہیں وہاں معاون اور ساز گار ماحول بھی ضروری ہے نیز عادلانہ فیصلہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک سچی گواہی کا انتظام نہ ہو کیونکہ چرب زبانی اور غلط بیانی سے فیصلوں پر اثر انداز ہوا جا سکتا ہے۔ رسول اللہؐ جیسے صاحب وحی اپنے رفقاء کو خبردار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

انما انا بشر و انه یا تینی الخصم فلعل بعضهم ان یکون ابلغ من بعض فاحسب انه صادق فاقضی له فمن قضیت له بحق مسلم فانما هی قطعة من النار فلیحملها او یذرها. (۷۴)

میں ایک انسان ہوں اگر میرے پاس کوئی مقدمے والا آتا ہے اور ایک دوسرے سے بہتر بات کرتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ سچا ہے اور میں اس کے موافق فیصلہ کر دیتا ہوں تو جس کو میں کسی

مسلمان کا حق دلا دوں وہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے اس کو لے یا چھوڑ دے۔

قیام عدل کے عمل میں جہاں مدعی کو خوف خدا دلایا گیا ہے وہاں جھوٹی گواہی سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ جھوٹی گواہی کے رواج سے پورا نظام عدل درہم برہم ہوسکتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَاقُرْبٰى. (۷۵)

اور جب بات کہو تو عدل کرو خواہ کسی قرابت دار کا معاملہ کیوں نہ ہو۔

مومنین کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا. (۷۶)

اور وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب ان کو بیہودہ چیزوں کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہو تو باوقار انداز سے گزر جاتے ہیں۔

جھوٹی گواہی دینا ہی نہیں گواہی کو چھپانا بھی جرم قرار دیا گیا۔ کتمان شہادت کے بارے میں قرآن نے کہا:

وَلَاتَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ. وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ. (۷۷)

شہادت کو مت چھپانا جو اس کو چھپائے گا وہ دل کا گنہ گار ہوگا اور خدا تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔

وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ.(۷۸)
اور نہ ہم اللہ کی شہادت کو چھپائیں گے۔ اگر ایسا کریں گے تو گنہ گار ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادۃ الزور (جھوٹی گواہی) کو کبائر میں شمار کیا ہے۔(۷۹)

اجتماعی عدل کے اس تصور نے ملت اسلامیہ کو ایک جسد کی مانند بنا دیا ہے یہاں سے وہاں تک ایک ہی احساس کام کرتا ہے۔ ایک عضو کو جو تکلیف پہنچتی ہے تمام اعضاء اس کے درد کی ٹیس محسوس کرتے ہیں۔ باہمی تعاون و تکافل کے اصول پر مستحکم ہونے والی اس ملت کی حیات اجتماعی کو حضور اکرمؐ نے دلکش اور موثر مثال سے بیان فرمایا:

تری المومنین فی توادھم و تراحمھم و تعاطفھم کمثل الجسد اذا اشتکی منه عضو تداعی له سائر الجسد بالسھر و الحمی.(۸۰)
لطف و کرم اور انس و محبت میں مسلمانوں کا حال جسم کا سا ہے کہ جب ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو بدن کا عضو عضو بے خوابی اور بخار کے ذریعے شریک غم بن جاتا ہے۔

مومنین کے باہمی تعاون کی ایک اور لطیف تشبیہ کے الفاظ یہ ہیں:
المومن للمومن کالبنیان یشد بعضه بعضا.(۸۱)
ایک مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت (کی اینٹوں) کی

مانند ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کو تھامے اور سنبھالے
رہتی ہے۔

تعاون و تکافل وہ اعلیٰ ترین معیار ہے جس تک ہمارا تخیل پرواز کر سکتا ہے۔ یہی اصول ہے جس کے تحت اجتماعی جرائم کے لیے سزائیں مقرر کی گئی ہیں اور اگر ان پر عمل ترک کر دیا جائے تو معاشرے کی اجتماعیت محفوظ نہیں رہ سکتی۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا:

كل المسلم على المسلم حرام دمه و عرضه و
ماله.(۸۲)

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر سب کچھ حرام ہے۔ اس کا
خون' اس کی عزت و آبرو' اس کا مال۔

اجتماعی عدل اور خیر خواہی کا ایک لازمی تقاضا امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے۔ معروف کا فروغ اور منکر سے روکنا انفرادی اور اجتماعی عدل کو مستحکم کرنے کا ذریعہ ہے۔ قرآن نے مومنوں کی ایک تعریف یہ بھی بیان کی ہے:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَّاْمُرُوْنَ
بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ.(۸۳)

مومن مرد اور عورتیں' سب ایک دوسرے کے رفیق و دم ساز
ہیں۔ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔

قرآن نے سورۂ مائدہ کی آیت ۷۸ ۹ ۷ میں بنی اسرائیل کو اس لیے ملعون قرار دیا کہ وہ ایک دوسرے کو برے اعمال سے نہیں روکتے تھے اور حدیث میں آیا ہے

کہ:

لما وقعت بنو اسرائیل فی المعاصی تھتم علماء ھم فلم ینتھوا فجالسوھم فی مجالسھم و اکلوھم و شاربوھم فضرب اللہ قلوبھم بعضھم ببعض ولعنھم علی لسان داؤد و عیسیٰ ابن مریم. (۸۴)

جب بنی اسرائیل میں گناہوں کا بازار گرم ہوا تو ان کے علماء نے انہیں روکا لیکن وہ نہیں رکے البتہ ان علماء نے مجالس میں ان کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا اور ان کے ساتھ کھانا پینا جاری رکھا۔ پس اسی پر اللہ نے ان میں سے بعض (یعنی علماء) کے دلوں کے بعض دوسروں (یعنی عوام) کے دلوں کی مانند کر دیا اور ان پر عیسیٰ ابن مریم اور داؤد کی زبان سے لعنت بھیجی۔

ایک دفعہ کچھ لوگوں نے آیت:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ. (۸۵)

اے ایمان والو! اپنی فکر کرو کسی دوسرے کی گمراہی سے تمہارا کچھ نہیں بگڑتا اگر تم خود راہ راست پر ہو۔

سے یہ مفہوم نکالا کہ یہ آیت کسی شخص کی ظلم و گمراہی پر خاموش رہنے کی اجازت فراہم کرتی ہے۔ ابوبکر صدیقؓ کو علم ہوا تو انہوں نے اس کی وضاحت کی، کتب حدیث میں اس کی تفصیل ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے:

یـایها الناس انکم تقرء ون هذه الآیة وانکم تضعونها
علی غیر موضعها و انی سمعت رسول الله یقول ان
النـاس اذا را والظالم فلم یاخذوا علی یده او شک
ان یعمهم الله تعالیٰ بعقاب و انی سمعت رسول اللهؐ
یقـول مـا مـن قوم یعمل فیهم بالمعاصی ثم یقدرون
علـی ان یغیروا فلم یغیروا الا یوشک ان یعمهم الله
بعقاب. (۸٦)

لوگو تم اس آیت کو پڑھتے ہو اور اس کی غلط تاویل کرتے ہو میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے سنا ہے کہ لوگوں کا حال جب یہ ہو جائے کہ وہ ظالم کو دیکھیں مگر اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو پھر اللہ کو ان پر عام عذاب بھیجتے دیر نہیں لگتی اور میں نے رسول اللہؐ کو کہتے سنا ہے کہ کوئی قوم ایسی ہو جس میں گناہوں کا ارتکاب ہوتا ہو اور کچھ لوگ اس حالت کے بدلنے پر قادر ہوں لیکن پھر بھی نہ بدلیں تو اللہ کی طرف سے سزائے عام نازل ہوتے دیر نہیں لگتی۔

گویا قیام عدل کی انفرادی اور اجتماعی کوششوں میں کوتاہی سے نہ صرف یہ کہ معاشرے کا سکون برباد ہوتا ہے بلکہ اللہ کی گرفت کا امکان بھی ہے جو دنیا و آخرت کی سب سے بڑی ذلت ہے۔

حواشی

۱۔ البقرہ:۴۸

۲۔ الانعام:۷۰

۳۔ المائدہ:۹۵

۴۔ لسان العرب: جلد ۱۱:ص ۴۴۳

۵۔ المومن:۲۰

۶۔ المومن:۱۷

۷۔ الاحزاب:۴

۸۔ الانعام:۱۱۵

۹۔ الملک:۳،۴

۱۰۔ آل عمران:۱۸

۱۱۔ ص:۲۶

۱۲۔ الشوریٰ:۱۵

۱۳۔ بخاری کتاب استتابۃ المرتدین:۸/۵۲:ابن ماجہ مقدمہ ۱/۶۱

۱۴۔ النحل:۹۰

۱۵۔ ''القسط'' اسم مصدر ہے اور یہ عدل کے متبادل معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ اور اس مادہ کے مشتقات قرآن پاک میں ۲۲ مرتبہ وارد ہوئے ہیں۔ عدل ہی کے باعث میزان کو قسطاس کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔

(الاسراء۳۵' الشعراء۱۸۲)۔اس اصطلاح کی نسبت اللہ کی طرف بھی ہےاور بندوں کی طرف بھی جیسے وَ نَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیَامَۃِ ۔(الانبیاء۴۷)اَقِیْمُوْا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَان(الرحمٰن:۹)

۱۶۔ المائدہ:۸

۱۷۔ الاعراف:۲۹

۱۸۔ البقرۃ:۱۴۳

۱۹۔ سورۃ اللیل:۸تا۱۰

۲۰۔ النساء:۳۷

۲۱۔ الفجر:۲۰

۲۲۔ آل عمران:۱۴

۲۳۔ الھمزہ:۱تا۳

۲۴۔ بنی اسرائیل:۳۷

۲۵۔ النساء:۳۶

۲۶۔ لقمن:۱۸

۲۷۔ الاعراف:۱۸۱

۲۸۔ ایضاً:۱۵۹

۲۹۔ العدالۃ الاجتماعیہ فی الاسلام

۳۰۔ النساء:۱

۳۱۔ الحجرات:۱۳

۳۲۔ سیرت ابن ہشام:۴:۵۴

۳۳۔ ترمذی' کتاب الدیات' باب ماجاء فی الرجل.....۴/۲۶' ابوداؤد' کتاب الدیات' باب من قتل عبدہ' ۴/۶۵۲' ۶۵۳' ۶۵۴

۳۴۔ البقرۃ:۲۲۸

۳۵۔ یہ درجہ مرد کی زیادہ ذمہ داریوں کے باعث ہے

۳۶۔ النساء:۳

۳۷۔ البقرۃ:۲۸۲

۳۸۔ الحدید:۲۵

۳۹۔ ص:۲۶

۴۰۔ البقرۃ:۱۲۴

۴۱۔ ایضاً حوالہ بالا

۴۲۔ ص:۲۸

۴۳۔ ص:۲۰

۴۴۔ یوسف:۵۵

۴۵۔ بخاری کتاب الاحکام' باب من استرعی......۸/۱۰۷: مسلم' کتاب الامارۃ' باب فضیلۃ الامام العادل' ۶/۹

۴۶۔ مسلم' کتاب الامارۃ' باب کراھۃ الامارۃ ۶/۶۔۷

۴۷۔ کنزالعمال' ۶/۱۲۲

۴۸۔ کتاب الامارۃ ۶/۷
۴۹۔ البقرۃ:۱۸۸
۵۰۔ النساء:۱۰
۵۱۔ البقرۃ:۲۷۵
۵۲۔ المطففین:۱تا۳
۵۳۔ الاعراف:۳۱
۵۴۔ بنی اسرائیل:۲۶'۲۷
۵۵۔ الھمزہ:۱تا۴
۵۶۔ التوبہ:۳۴
۵۷۔ سورۃ ھود:۶
۵۸۔ سورۃ البقرۃ:۲۶۷
۵۹۔ سورۃ المعارج:۲۴'۲۵
۶۰۔ الحشر:۹
۶۱۔ ابوداؤد' کتاب الزکواۃ' باب فی حقوق المال' ۲/ ۳۰۵' مسلم' کتاب اللقطۃ' باب استحباب المواساۃ' ۵/ ۱۳۸
۶۲۔ النحل:۹۰
۶۳۔ النساء:۵۸
۶۴۔ مسلم' کتاب البر والصلۃ' باب تحریم الظلم' ۸/ ۱۸
۶۵۔ النساء:۵۸

۶۶۔ بخاری، کتاب الاحکام، باب ما یکرہ من الحرص، ۸/ ۱۰۶

۶۷۔ النساء: ۱۳۵

۶۸۔ ترمذی، کتاب الحدود، باب ماجاء فی کراھیۃ ...... ۴/ ۳۸، ابن ماجہ، کتاب الحدود باب الشفاعۃ ۲/ ۸۵۱

۶۹۔ کتاب الخراج، ۱۱۶

۷۰۔ اجتہادی غلطی

۷۱۔ مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامام العادل، ۶/ ۹

۷۲۔ الکہف: ۴۹

۷۳۔ الاحزاب: ۳۶

۷۴۔ مسلم، کتاب الاقضیۃ، باب الحکم بالظاہر، ۵/ ۱۲۸، بخاری، کتاب الاحکام، باب موعظۃ الامام، ۸/ ۱۱۲

۷۵۔ الانعام: ۱۵۲

۷۶۔ الفرقان: ۷۲

۷۷۔ البقرۃ: ۲۸۳

۷۸۔ المائدہ: ۱۰۶

۷۹۔ بخاری، کتاب الشہادات، باب ما قیل فی شھادۃ الزور، ۳/ ۱۵۱

۸۰۔ بخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس بالبھائم، ۷/ ۷، ۸۰

۸۱۔ ایضاً، ۷/ ۸۰

۸۲۔ مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم ظلم المسلم، ۸/ ۱۱، ابوداؤد، کتاب الادب

باب فی الغیبۃ' ۱۹۶/۵

۸۳۔ توبہ: ۱۷

۸۴۔ ترمذی' کتاب التفسیر' تفسیر سورۃ المائدۃ' ۲۵۲/۵

۸۵۔ المائدہ: ۱۰۵

۸۶۔ ترمذی' کتاب التفسیر' تفسیر سورۃ المائدۃ ۲۵۲/۵

ہماری دیگر مطبوعات

☆ اسلام کی دس امتیازی خصوصیات	علامہ رشید رضا
☆ رسول اکرمؐ پیغمبر امن وسلامتی	مفتی محمد شفیع
☆ اسباب زوالِ اُمت	علامہ شکیب ارسلان
☆ رسول اکرمؐ کا منہاج دعوت	ڈاکٹر خالد علوی
☆ اسلام اور بنیادی انسانی حقوق	ڈاکٹر خالد علوی
☆ سیرتِ رسولؐ اور معاشی مساوات	مولانا محمد طاسین
☆ مسلکی اختلافات، حقیقت اور حل	مولانا فضل ربی
☆ عیسائیت کیا ہے؟	مولانا محمد تقی عثمانی
☆ افواہیں اور اس کے اثرات	ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی
☆ نظریۂ پاکستان	پروفیسر شریف المجاہد
☆ بچے کی تربیت اسلامی تعلیمات کی روشنی میں	ڈاکٹر امِ کلثوم
☆ مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ	ڈاکٹر احسان حقی
☆ اسلام کا نظریۂ ابلاغ	ڈاکٹر محمد افتخار کھوکھر
☆ ماں کی ذمہ داریاں	فرزانہ چیمہ

دعوۃ اکیڈمی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی

پوسٹ بکس : 1485 اسلام آباد، پاکستان فون : 2262031 ,4~92 61751 فیکس : 2261 648
ای میل : dawah@isb.compol.com ویب سائٹ : www.dawahacademy.org